# تعلیم پر نظرِ ثانی: گریڈنگ سسٹم سے حقیقی سیکھنے تک

## تعلیم: ایک قدیم عمل، ایک جدید بگاڑ

تعلیم، اپنی اصل میں، اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود انسانیت۔ باقاعدہ اسکولوں اور کمرہ جماعت کے وجود میں آنے سے بہت پہلے، بچے زندگی کے ساتھ براہِ راست مشغول ہو کر سیکھا کرتے تھے۔ ایک کسان کا بیٹا اپنے باپ کے پیچھے کھیتوں میں چل کر ہل چلانا سیکھتا تھا، ایک بڑھئی کا شاگرد لکڑی اور اوزاروں کو استعمال کر کے ہنر سیکھتا تھا، اور ایک ننھا چرواہا جانوروں کی دیکھ بھال کرتے ہوئے صبر اور ذمہ داری سیکھتا تھا۔ تب سیکھنے کا عمل انفرادی اور تجرباتی تھا، اور اس کا ماحول اور مقصد کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا تھا۔

تاہم، ادارہ جاتی یا "اجتماعی تعلیم" (Mass Education) نسبتاً ایک نئی پیش رفت ہے۔ یہ سب سے پہلے جرمنی میں ابھری، اور اسے ایسے فوجی اہلکار اور بیوروکریٹس تیار کرنے کے لیے بنایا گیا تھا جو نظم و ضبط کے پابند ہوں اور ریاست کی ضروریات پوری کر سکیں۔ صنعتی انقلاب (Industrial Revolution) کے بعد، اس نظام کو فیکٹریوں کے لیے بڑھتی ہوئی افرادی قوت فراہم کرنے کے لیے وسیع کر دیا گیا۔ شروع ہی سے، اس کا مقصد افراد کی نشوونما کرنا نہیں بلکہ ملازمین کی تربیت کرنا تھا۔

## سیکھنے سے گریڈنگ تک کا سفر

وقت گزرنے کے ساتھ، محض اسی پہلو پر توجہ نے ایک ایسے نظام کو جنم دیا جہاں بنیادی مقصد "سیکھنے" سے ہٹ کر "گریڈنگ" (نمبر دینے) پر مرکوز ہو گیا۔ یہ پوچھنے کی بجائے کہ "کیا اس بچے نے سیکھا ہے؟"، یہ نظام پوچھتا ہے، "یہ بچہ کس گریڈ کا مستحق ہے؟" گریڈز وہ پیمانہ بن گئے جنہیں طلباء کی جانچ پڑتال، درجہ بندی، اور انہیں مستقبل کی ملازمتوں کے لیے تیار کرنے کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔

اسے ایک چھلنی کی طرح سمجھیں جہاں گندم کو بھوسے سے اور چاول کو چھلکے سے الگ کیا جاتا ہے۔ طلباء کو ایک معیاری فلٹر سے گزارا جاتا ہے؛ جو لوگ اس کے معیار پر پورا اترتے ہیں وہ اعلیٰ ملازمتوں کی طرف بڑھتے ہیں، جبکہ دوسروں کو "ناکام" قرار دے کر مسترد کر دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ ایک پریشان کن سوال اٹھاتا ہے: یہ معیار کس نے طے کیے؟ کس نے یہ تعریف متعین کی کہ دس سال کی عمر میں بچے کو علم کے "فلاں" مرحلے تک پہنچنا ضروری ہے، یا یہ کہ اگر سیکھنے کا عمل ایک سال تاخیر کا شکار ہو جائے تو سیکھنے کا موقع ہمیشہ کے لیے ضائع ہو جاتا ہے؟

## اس نظام کی انسانی قیمت

یہ صنعتی ذہنیت ایسے اثرات مرتب کرتی ہے جن کا مشاہدہ ہم روزانہ کرتے ہیں۔ چوتھی جماعت کا ایک بچہ جو ریاضی میں جدوجہد کر رہا ہے اسے "کمزور" کہا جا سکتا ہے، حالانکہ ہو سکتا ہے کہ وہ کہانی سنانے، ڈیزائننگ، یا ہمدردی کے جذبے میں بہترین ہو۔ اس کی منفرد صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کے بجائے، نظام اسے ناکام قرار دے دیتا ہے۔

تصور کریں کہ علی، جو روایتی کلاس روم میں ایک حساس بچہ تھا۔ اگرچہ اسے سائنس میں مشکل پیش آتی تھی، لیکن وہ اکثر ہم جماعتوں کے درمیان تنازعات حل کرواتا، لڑائیوں کو ٹھنڈا کرتا اور دوستوں کو ایک دوسرے کا نقطہ نظر سمجھنے میں مدد کرتا تھا۔ اس کی قدرتی صلاحیت "جذباتی ذہانت" (Emotional Intelligence) تھی، ایک ایسی مہارت ہے جو قیادت اور کمیونٹی بنانے کے لیے انتہائی اہم ہے۔ تاہم، گریڈنگ سسٹم نے اسے مکمل طور پر نظر انداز کر دیا۔ اسکول کی نظر میں، علی ایک "کمزور طالب علم" تھا۔

## اسٹینڈرڈائزیشن (معیاریت) کے مفروضے پر سوال

یہ نظام فرض کرتا ہے کہ تمام بچے ایک جیسے ہیں، جو مختلف مضامین اور ان کو سیکھنے کے مراحل کی ایک طے شدہ ترتیب میں یکساں طور پر آگے بڑھتے ہیں۔ لیکن انسان اسمبلی لائن پر رکھی مشینیں نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے ایک بچہ چھ سال کی عمر میں پڑھنے میں ماہر ہو جائے، جبکہ دوسرا شاید نو سال کی عمر میں شروعات کرے۔ دونوں ہی نارمل ہیں، لیکن نظام دوسرے بچے کو "پیچھے رہ جانے" کی سزا دیتا ہے۔

یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے آم اور امرود کا درخت ساتھ ساتھ لگایا جائے، اور پھر شکایت کی جائے کہ آم نے ابھی تک پھل کیوں نہیں دیا جبکہ امرود دے چکا ہے۔ مختلف پودے، مختلف موسم، تو بڑھنے کی رفتار بھی مختلف۔ اس کے باوجود ہمارا تعلیمی نظام اصرار کرتا ہے کہ ہر بچے کو ایک ہی وقت میں، اور بالکل ایک ہی طریقے سے پختہ ہونا چاہیے۔

## تعلیم کے حقیقی مقصد کی طرف واپسی

اگر ہم تہوں کو ہٹا کر دیکھیں، تو تعلیم کا اصل مقصد سیکھنا ہے نہ کہ گریڈنگ، نہ ہی چھانٹی کرنا، اور نہ ہی ملازمین پیدا کرنا۔ سیکھنے میں علم کی دریافت، مہارتوں کی نشوونما، کردار سازی، اور تجسس کو پروان چڑھانا شامل ہے۔ اس میں یہ سوالات پوچھنا شامل ہے:

- یہ بچہ کس چیز کی صلاحیت رکھتا ہے؟
- ہم اُن کی کیسے مدد کر سکتے ہیں کہ وہ اپنی منفرد سمت میں نشوونما کو ممکن بنا سکیں؟
- ہم انہیں صرف ملازمتوں کے لیے نہیں، بلکہ زندگی کے لیے کیسے تیار کریں؟

اس نقطہ نظر کی مثالیں آج بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر، فن لینڈ (Finland) کا تعلیمی نظام سیکھنے کو جانچنے پر ترجیح دیتا ہے۔ وہاں بچوں کو ابتدائی سالوں میں معیاری امتحانات (standardized exams) کے بوجھ تلے نہیں دبایا جاتا۔ اس کی بجائے، وہ کھیل کے ذریعے تعلیم، تخلیقی پروجیکٹس، اور باہمی تعاون کے ساتھ مسائل حل کرنے میں حصہ لیتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں، فن لینڈ کے طلباء رسمی اسکول میں کم گھنٹے گزارنے کے باوجود عالمی تعلیمی نتائج میں مسلسل سرفہرست رہتے ہیں۔

## تبدیلی کا مطالبہ

ہمیں درپیش چیلنج یہ ہے کہ تعلیم پر نظرثانی کی جائے اور اسے اس کی صنعتی بنیادوں سے دور کیا جائے۔ ہمیں ایسے نظاموں کی ضرورت ہے جو:

- گریڈنگ کے بجائے سیکھنے پر توجہ مرکوز کریں۔
- بچوں کے درمیان نشوونما کی مختلف رفتار کو تسلیم کریں۔
- تعلیمی قابلیت کے ساتھ ساتھ ہمدردی، تخلیقی صلاحیت، اور مشکلات سے جلد سنبھلنے کی صلاحیت (resilience) جیسی مہارتوں کو اہمیت دیں۔
- افراد کو صرف روزگار کے لیے ہی نہیں، بلکہ بطور اچھے شہری، بہتر انسانی تعلقات اور اخلاقی ذمہ داری کے لیے بھی تربیت دیں۔

جب ہم اپنی توجہ "یہ بچہ سسٹم میں کتنی اچھی طرح فٹ ہوا؟" سے ہٹا کر، "سسٹم نے اس بچے کے سیکھنے میں کتنی اچھی طرح مدد کی؟" پر مرکوز کریں گے، تب ہی ہم تعلیم کو اس کے حقیقی مقصد پر بحال کریں گے۔

## اختتامی واقعہ

ایک استانی نے ایک بار سارہ نامی طالبہ کے بارے میں شکایت کی: "وہ ہمیشہ کلاس میں کھوئی رہتی ہے (daydreaming)۔ اس کے گریڈز خراب ہیں۔" اس کے برعکس، اسکول کی سرگرمیوں سے ہٹ کر، سارہ گھنٹوں دلکش مناظر کے خاکے بنانے اور فالتو کپڑوں سے ملبوسات ڈیزائن کرنے میں گزارتی تھی۔ برسوں بعد، وہ ایک کامیاب فیشن ڈیزائنر بنی۔ جسے نظام نے "خیالی پلاؤ" کہہ کر رد کر دیا تھا، وہ درحقیقت اس کے تخلیقی ذہن کی کارکردگی تھی۔

سارہ کی کہانی ہمیں یاد دلاتی ہے: ہر بچہ اپنے گریڈز سے بڑھ کر ہے۔ تعلیم کا مقصد انہیں چھلنی سے زبردستی گزارنا نہیں ہونا چاہیے بلکہ ان کی منفرد مٹی کی آبیاری کرنا ہونا چاہیے تاکہ وہ اپنے موسم میں کھل سکیں۔